© rasailojaraid.com

صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انقلابی فکر

(مسیحی برادری کی توجہ کے لیے)

اہلِ اسلام کا وحی اور تاریخ کے مصدّقہ اور معتمد علیہ نصوص اور شواہد کی بناء پر یہ پُختہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ پہلا اور آخری دین، نیز عالمِ انسانی کی جامع اصلاح اور فلاح کا واحد راستہ "اسلام" ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کی تبلیغ و ترویج حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جُملہ انبیائے سابقین نے کی اور اسی دین کے اعلان و اظہار کے لیے ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گیے اور یہی وہ راستہ ہے جس پر تمام انبیاء اپنے اپنے دور میں چلتے رہے اور اپنی امت کو اس راستہ پر چلنے کی تلقین کرتے رہے اور اسی دین کی تکمیل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت میں ہوئی اور اب نہ کوئی دوسرا دین ہو گا، نہ کوئی دوسرا نبی آئے گا، اور نہ کوئی دوسری امت ہی تشکیل پا سکے گی۔ اسلام سے باہر کے تمام راستے اعتزال اور انحراف کے راستے ہیں۔ اسی اصولی عقیدے کی بنیاد پر اُمت مسلمہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ اپنے نبی پر ایمان کے ساتھ ساتھ جُملہ انبیائے سابقین پر ایمان لانے کی مکلف اور پابند ہے، خواہ اس نبی کے بزعمِ خویش اُمتی اور پیروکار مسلمانوں کے پیغمبر کے بارے میں کیسا ہی رویہ رکھتے ہوں، چنانچہ مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی تاریخ اس امر پر شاہدِ عادل ہے کہ یہودی اور مسیحی برادری کی طرف سے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف زاویوں سے تنقید بلکہ توہین کے باوجود زبانی یا تحریری ایک بھی جُملہ اہلِ اسلام کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف صادر نہیں ہوا۔ یہ محض عالمی ردّعمل سے بچاؤ اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی دلجوئی کے لیے نہیں بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے ہے کیوں کہ ایک مسلمان رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکنے کے باوجود اُس وقت دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے جب وہ کسی بھی دوسرے نبی کی صراحتہً یا کنایتہً توہین یا انکار کا مرتکب ہو۔ اس عقیدے میں اسلام کے اُس مشترکہ ورثے کا دخل ہے جو عہد بہ عہد پہلے نبی سے آخری نبی تک ایک دوسرے کے ہاں منتقل ہوتا رہا اور یہی ورثے کا اشتراک دراصل انسانیت کے درمیان دین کا اشتراک ہے جسے بد قسمتی سے افتراق میں بدل دیا گیا۔ عہد قدیم میں بیک وقت مختلف علاقوں میں متعدد انبیاء دینِ اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور ان کے پیروکاروں کے درمیان معمولی کدورت، رنجش، جھڑپ یا مسابقت کا ایک مدھم سا نشان بھی تاریخ میں نہیں ملتا اور اس کے ساتھ ساتھ پیش رو نبی اپنے جانشین نبی کے لیے اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اُمت کو اس کی نُصرت، حمایت اور اطاعت کا حکم دیتا رہا تا آنکہ آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے نبوت کے اس سنہری سلسلے کو مکمل کر دیا اور اپنی نبوت کی تصدیق کو جملہ انبیائے سابقین کی تصدیق کے ساتھ مشروط کر دیا اور نبوت و رسالت کے نام پر انسانیت کے درمیان کسی بھی نوع کی تفریق، تقسیم اور تخرّب کے تمام راستے بند کر دیے، خود عہد رسالت میں یہود و نصاریٰ کا روّیہ انتہائی سوقیانہ رہا لیکن حضور ﷺ نہ تو خود کسی منفی ردعمل کا شکار ہوئے اور نہ اپنی جماعت کو کسی طرح کے تعصّب اور تخرّب کی ہوا لگنے دی، اس سارے معاملے کی ایک جوہری وجہ یہ بھی ہے کہ نبوت کا منصب کسی سیاسی پارٹی کے سربراہ کا منصب نہیں اور نہ کسی برادری کے سرپنچ کا ہی! جہاں دوسری پارٹیوں سے اختلاف اور دوسری برادریوں سے نفرت کے بغیر یہ عہدہ باقی رہتا ہے اور نہ پارٹی اور برادری کا تشخص ہی، بلکہ نبوت خالصتاً الٰہی پروگرام کی تکمیل کا منصب ہے جو اپنے احاطے میں پوری بنی نوعِ انسان کو لیے ہوتا ہے اور نوعِ انسانی نام ہے کالے اور گورے کا، شرقی اور غربی کا، عربی اور عجمی کا، شہری اور بدو کا، امیر اور غریب کا، ایشیائی اور افریقی کا، اور ہر اس شخص کا جو اولادِ آدم ہے، چنانچہ دائرہ نبوت میں کسی کشمکش کی مغائرت، کسی حسد، کسی مسابقت، کسی تردید اور کسی مشاجرت کا کوئی امکان نہیں، اس لیے نبوت کے پورے سلسلے میں ایک بھی کڑی کہیں ٹوٹی ہوئی یا الجھی ہوئی نظر نہیں آتی، ہماری اس فلاسفی پر تاریخ کے دُور اور نزدیک کے تمام گوشے برابر روشنی ڈال رہے ہیں لیکن بعد میں کیا ہوا؟ اس کی بھی ایک تاریخ ہے جس سے ہر اہل علم باخبر ہے، جب تک "اسلام" بطور "دین" رہا، خیر اور نصح کے جذبے کے ساتھ تمام معاملات چلتے رہے لیکن یار لوگوں کو جب فرقے اور گروہ سُوجھے تو کوئی یہودی بن بیٹھا اور کوئی عیسائی، اور خود اپنے انبیاء کی تعلیمات کو اپنی خواہش اور مفاد کے قالب میں ڈھال لیا، آج جو مذہبی خانے میں مذہب کے اندراج پر احتجاج اور گستاخ رسول ﷺ کی سزا پر اعتراض ہوتے ہیں، یہ سب اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ اس سب کے باوجود کوئی مسلمان کسی کونے کھدرے میں چُھپ کر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے پر شک کا اظہار کرتا ہے اور نہ ان کی شخصیت پر کوئی اعتراض، بلکہ دل میں بھی بُرا سوچے تو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے مسلمان نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس کی یہ سوچ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کی جوہری تعلیم کے منافی ہے۔

اگر دینی جذبے اور اخلاصِ نیّت کے ساتھ اسلامی انقلاب کے فلسفے کا مطالعہ کیا جائے تو عیسائیوں اور یہودیوں کو اہلِ اسلام کے دوش بدوش ہو کر اُس "اسلام" کے غلبے کے لیے کام کرنا چاہیے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین رہا ہے اور اسی دین کی حقانیت کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور آلِ فرعون سے ٹکر لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہی کوششوں کے باعث شر پسندوں اور باطل پرستوں کے ہاتھوں تختۂ دار تک پہنچے لیکن (مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق) وہ خدائی اسکیم کے تحت بچ گئے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبوت کے عہد وسطیٰ سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کی شریعت کا وہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عہد تھا جو ختم ہو گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے قول کے مطابق "بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کی تلاش میں رہے" اس لیے ان کا دور بھی نہ رہا جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیش رو تمام انبیاء کی جزوی کوششوں کو بہ تمام و کمال نتیجہ خیز بنایا، ان کی علاقائی جدوجہد کو عالمی رنگ بخشا، ان کی قومی دعوت کو بین الاقوامی دعوت کے قالب میں ڈھالا، وقت کی آواز کے ساتھ اُن کی مشروط تبلیغ کو ابدی حیثیت اور ہمہ گیر نوعیت عطا کی، اس لیے آپ کا مشن اب عالمی، آپ کا پیغام اب بین الاقوامی اور آپ کی دعوت اب بنی نوعِ انسان کی دعوت کا درجہ رکھتی ہے۔ فلہذا اب ان تمام لہروں کو ایک دھارا بننا چاہیے اور عالمی اسلامی انقلاب کا مخلص کارکن بن کر اُس "اسلام" کو پوری دنیا کا دین بنانا چاہیے جس کی تبلیغ اپنے اپنے عہد میں موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام کرتے رہے، قرآن مجید سے ہٹ کر بھی اگر ان دو جلیل القدر پیغمبروں کی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو بعد کی تحریفات کو حذف کرنے سے باقی وہی کچھ رہتا ہے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اور کیا۔

اس وقت ہمارے پیشِ نظر مسیحی برادری کو مخاطب کرنا ہے جو بوجوہ ان لوگوں کا آلہ کار بنتی نظر آ رہی ہے جنہیں سرے سے کسی مذہب اور دین سے آگہی اور وابستگی نہیں بلکہ وہ دین اور مذہب کو آثارِ قدیمہ کا درجہ دیتے ہیں جنہیں جھاڑ پونچھ کر تو رکھنا چاہیے لیکن زندگی میں داخل ہونے کا موقع نہیں دینا چاہیے۔

مسیحی برادری اپنی توانائیاں یوں ضائع نہ کرے بلکہ وہ بھی اہلِ اسلام کے اُن انقلابی افراد کی ہم سفر بنے جو مروّجہ سیاست کی فریب کاریوں اور موجودہ فرقوں کی فتویٰ بازیوں سے دُور بلکہ نفور ہیں، ایسے افراد کی رائے میں اس وقت مسئلہ "اپنی بھیڑوں کے بچاؤ کا نہیں" بلکہ اُس باڑھ کی حفاظت کا ہے جو کسی طرح محفوظ نہ رہ سکی تو انسانی دنیا بھیڑیوں کے جبڑوں میں چلی جائے گی۔ ایک نہیں کئی بھیڑیے خونیں دہانے کھولے ہنکار رہے ہیں، استعمار کا بھیڑیا، ظلم کا بھیڑیا، جُرم کا بھیڑیا، ہوس کا بھیڑیا، نفرت کا بھیڑیا، نسل، رنگ اور زبان کا بھیڑیا، بارود کا بھیڑیا، ہولناک کشیدگی کا بھیڑیا، انسان پر انسان کے کنٹرول کی خواہش کا بھیڑیا، خود بیزاری اور مردم آزاری کا بھیڑیا، آخر کس کس بھیڑیے کا نام لکھا جائے۔

حضرت انسان کی جان اور آبرو کے بچنے کا امکان صرف اسی ایک صورت میں ہے کہ وہ ان معصوم اور پوتّر، خدا کے محبوب، زمانے بھر کے مُحسن، ذاتی آلائش اور جذبۂ ستائش سے بالا، بندگیٔ رب اور محبّتِ آدم کا درس دینے والے انبیاء کرام کی تعلیمات کو بے میل اور بے لوث طریقے سے سمجھے اور اُنہیں روبہ عمل لانے کا جتن کرے، اس لیے کہ نبوت کی فکر کسی خانے میں بٹی ہوئی نہیں، سارے زمانے کے لیے ہوتی ہے۔ اُنہیں خدا کا قُرب بندوں سے پیار میں ملنے کا راز معلوم ہوتا ہے، وہ کسی کے حریف بن کر نہیں آئے، سب کے دوست بن کر رہے، وہ خود کسی پر غلبے کی خواہش نہیں رکھتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ الم پر خیر، نفس پر ضبط، جُرم پر رحم، ظلم پر عدل، آزار پر پیار اور حیوانیت پر انسانیت کے غلبے کا پروگرام رکھتے تھے۔ مکر، زر، اور جبر کے نمائندوں نے اُن میں سے کسی کو دیس نکالا دیا، کسی کو آرے میں رکھ کر چیرا، کسی کو بن باس پر مجبور کیا، کسی کو زہر دیا، کسی کو قتل کیا، اور کسی کو سُولی چڑھایا، اب ہم سب کا فرض ہے کہ مکر، زر اور جبر کے سالخوردہ گرگ کے ہلتے دانت جڑوں سمیت اکھیڑ لیں تاکہ ان مظلوم انبیاء کی روحوں کو سکون بہم پہنچا سکیں جنہوں نے صرف اور صرف ہماری خاطر، ہم انسانوں کی خاطر، انسانوں کی آبرو کی خاطر خود کو نمرود کے الاؤ کی نذر کیا، اپنے آپ کو ٹکٹکی پر بندھوایا اور بنفسِ نفیس ہجرت کا عذاب سہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام عہدِ رومتہ الکبریٰ میں مبعوث ہوئے اور اپنے انقلابی پروگرام کا آغاز فرمایا۔ رُومی عہد اس لحاظ سے اگرچہ ایک یادگار عہد ہے کہ اس نے قبائلی سرداری کی جگہ باقاعدہ ایک ریاست اور حکومت کی نبیاد رکھی جس میں بین الاقوامی شان جھلکتی تھی، یوں سوچ کا افق اور عمل کا دائرہ بہت حد تک وسیع ہوا لیکن اس کے بطن سے استعماریت کا منحوس بچہ برآمد ہوا۔ اسی طرح روم کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے دنیا کو ایک تحریری دستور اور باقاعدہ نظامِ قانون سے روشناس کرایا لیکن وہ آئین اور قانون اس اعتبار سے ناقص بلکہ باعثِ شرم تھا کہ اس میں انسانوں کو مختلف خانوں میں بانٹ دیا گیا تھا، جسٹینینَ جو ایک باضابطہ آئین کا خالق اور روم کا بادشاہ تھا، اس نے اپنے نظامِ تعزیرات میں سزاؤں کے نفاذ کے لیے طبقاتی امتیاز ملحوظ رکھا، جہاں قانون خود بالا و پست میں تفریق روا رکھے وہ معاشرہ کیسے قابلِ رشک ہو سکتا ہے؟ ایسے آئین کے ہوتے ہوئے متوقع تھا کہ غریب بے چارے پستے اور امراء دادِ عیش دیتے رہیں چنانچہ اسی طرح ہوا۔ رومی تہذیب ایک عیاش تہذیب ثابت ہوئی۔ ایسے ماحول میں کہ جب رُومیوں کے عیش کدے غریبوں کا مذاق اڑانے لگے، محلات کے چراغوں میں غریبوں کا خون جلنے لگا، فلک بوس بنگلوں میں اینٹ، گارے اور مسالے کی جگہ غریبوں کا پسینہ، خون اور ہڈیاں کام آنے لگیں تو اس وقت حضرت عیسی علیہ السلام ابن مریم کی صدائے انقلاب ابھری اور رومی عیش کدوں کے در و دیوار سے جا ٹکرائی، سرکاری فقیہ اور ریاکار فریسی آپ کی مخالفت میں آگے آ گئے، انہی لوگوں کے جُبوں، حُلّوں، عباؤں اور قباؤں کی اوٹ میں امراء اور سلاطین ہمیشہ اپنا دھندا چلاتے رہے ہیں۔

عیسی روح اللہ علیہ السلام کا خاندان اگرچہ خود معبد اور ہیکل کا خادم اور متولی چلا آ رہا تھا لیکن اس بے تاب روح کی حامل بے عیب اور بے لوث شخصیت نے طے کر لیا تھا کہ وہ سیاسی استبداد، انتظامی جبر اور مذہبی ریاکاری کے نقاب کا آخری تار تک نوچ کر دم لیں گے۔ آپ نے معبد اور ہیکل کے توسط سے شاہی ایوان کا قُرب حاصل کرنے کے بجائے بحیرۂ احمر کے کناروں پر آباد ملاحوں اور مچھیروں کی بستیوں کا رُخ کیا۔ ان میں روحِ انقلاب پھونکی، اُنہیں درسِ حریت دیا، اور انہیں اس کام کے لیے آمادہ و مستعد بنانے کا سلسلہ شروع کیا، ریاستی طاقت اور حکومتی وسائل کے مقابلے میں اپنے اور اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیروکاروں کے اندر ضبط، عدم تشدّد اور نظم کا وصف پیدا کیا، اگرچہ مدّمقابل طاقت کے پاس تلوار تھی مگر آپ کی بات اور آپ کے پیغام میں تلوار سے زیادہ کاٹ تھی۔ طبقۂ امراء تک جب آپ کے وعظ، خطبے اور درس کے حصے پہنچتے تو وہ غصے، قہر اور انتقام سے تلملا اُٹھتے، شروع شروع میں امراء اور روٴساء حسبِ عادت کسی جوابی کارروائی سے گریز کرتے رہے اور یہ سمجھ کر ٹالتے رہے کہ ان ملاحوں، مچھیروں، گھسیاروں اور لکڑہاروں کی جماعت سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ یہ بے چارے ایک دھمکی کی تاب نہیں لا سکتے، لیکن انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ بعض اوقات نمرود کی "خدائی" کا زعم توڑنے کے لیے ایک مچھر ہی کافی ہوتا ہے۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام کی روزمرہ زندگی اپنے انقلابی پروگرام کا جیتا جاگتا مُرقع تھی، غریبوں کا سا کھانا، پہناوا اور اوڑھاوا، مسکینوں جیسی وضع قطع اور بود و باش، عام لوگوں کی طرح رہن سہن اور اندازِ زیست، آپ کی ذات میں طمع، جلبِ زر، ہوسِ دُنیا، لذت اندوزی، آسائش طلبی اور حُبِ جاہ نام کو نہ تھی، انسانوں سے پیار اور اُن کی خدمت آپ کا نمایاں وصف تھا، قریہ قریہ گھوم پھر کر ضرورت مندوں کی خبر گیری کرتے، بیماروں کی مزاج پُرسی اور درد مندوں کی غم خواری فرماتے۔

آپ کی بے لوثی، بے غرضی اور جرأت رنگ لائی۔ سیکڑوں ہزاروں دل انقلاب کی تپش سے آشنا ہو گئے، لوگوں کے ضمیر اور ذہن چمک اٹھے، بیسیوں افراد اپنا سب کچھ تج کر آپ کے حواری بن گئے۔

تاریخ کی مکروہ روایت کے مطابق کوئی وڈیرہ، تمن دار، خان، نواب، زمیندار، چودھری، سرکاری اہل کار اور مراعات یافتہ شخص آپ پر ایمان نہ لایا، آپ کے جان نثاروں میں کوئی مچھیرا تھا اور کوئی رنگساز، کوئی بار بردار قلی اور کوئی گھسیارا تھا، کوئی چمڑا رنگنے کا کام کرتا تھا اور کوئی چرواہا تھا۔

آپ کے منہ سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دولت مندوں کے خرمنِ ہوس پر برق بن کر گرتا، آپ کا وعظ ان لوگوں کی رگوں میں نشتر بن کر چبھتا جن کے ایک ایک ریشے میں حرام خون اور فاسد مادّہ بھرا ہوا تھا۔ آپ کے خُطبے مُترفین کے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح داخل ہوتے، آپ کے شعلہ فشاں مکالمے اربابِ اقتدار کے لیے موت کے سندیسے ہوتے، آپ کے درس کی طوفانی لہریں گھٹیا مفاد، مریض سوچ، اپاہج نظام اور غلیظ روایات کو بہا کر لے جاتیں، آپ کے خطبات و ارشادات پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ دُنیا پرست آپ کو پھانسی دینے کے منصوبوں کے علاوہ کیا سوچ سکتے تھے؟ کہ لفظ آگ برساتے، لہجہ شعلے اُگلتا، حرف چنگاریاں بھڑکاتے، انداز طوفان اٹھاتا، آہنگ قیامت برپا کرتا اور پیغام ہلچل مچاتا تھا۔

آپ کی نظر کسی زر پرست پر پڑتی تو فرماتے۔

اُونٹ کا سُوئی کے ناکے سے گزر جانا اس سے آسان ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ (متی)

احبار و رہبان کی ظلم نوازی، عوام دشمن اور ریاکارانہ روش کے خلاف آپ ہمیشہ سراپا احتجاج رہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ ہیکل کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو جاتے اور باآواز بلند ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو کیوں کہ نہ آپ اس میں داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو، اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مُرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مُرید ہو چکتا ہے تو اُسے اپنے سے دگنا جہنم کا فرزند بناتے ہو۔

اے اندھے رہنماؤ! تم پر افسوس ہے، جو کہتے ہو کہ اگر کوئی مقدس کی قسم کھائے تو کچھ بات نہیں لیکن اگر وہ مقدّس کے سونے کی قسم کھائے تو اس کا پابند ہوگا۔

اے احمقو اور اندھو! کون بڑا ہے سونا یا مقدّس؟ جس نے سونے کو مقدس کیا۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ پودینے اور سونف اور زیرے پر دھمکی دیتے ہو اور (جبکہ) تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف، رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔

اے اندھے راہ بتانے والو! جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ نگل جاتے ہو۔ (متی)

آپ کبھی انقلاب کا صُور یوں پھونکتے۔

اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو۔

اے سانپو! اے سانپ کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیوں کر بچو گے۔ (متی)

کبھی آپ اپنے کارکنوں کو تلقین فرماتے۔

دیکھو یہ فقیہ اور فریسی جو موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں جو کچھ وہ بتائیں وہ سب کرو اور مانو۔ لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ وہ اپنے سب کام لوگوں کے دکھاوے کے لیے کرتے ہیں۔ وہ بڑے بڑے تعویذ بناتے ہیں، اپنی پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں، ضیافتوں میں صدر نشینی اور معبدوں میں بلند و بالا کرسیاں اور بازاروں میں سلام لینا اور خود کو ربی کہلانا پسند کرتے ہیں۔

بہر کیف حضرت مسیح نے اپنے حیات بخش پروگرام کے ذریعے معاشرے میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ آپ کے سیکڑوں شاگرد کئی صدیوں تک لوگوں کے لیے عمدہ سیرت و کردار کا نمونہ بنے رہے، آپ نے بیک وقت روم کے حکمرانوں کی شہ خرچیوں، یہودی فریسیوں کی ابلیسی چالوں اور طبقۂ امراء کی خرمستیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے خلاف جہاد کیا۔ اسی جہدِ مسلسل اور مثبت اور حیات آفرین پروگرام کا نتیجہ تھا کہ روم کے عظیم فرما نروا اس تحریک اور دباؤ کا مقابلہ نہ کر سکے اور خود عیسائی مذہب اختیار کر لیا لیکن یہی روم بعد میں دین ومذہب سے بیگانہ ہو کر ظلم وجبر اور لہو ولعب میں مبتلا ہو گیا اور رفتہ رفتہ ہوسِ ملک گیری کا اسیر بن کر اردگرد کے پڑوسیوں کے لیے شامت بن گیا اور ایک عرصے بعد اس کی استعماری نفرت اور خود سری کا خاتمہ حضرت عمر فاروق علیہ السلام کے ہاتھوں ہوا۔

حضرت عیسی علیہ السلام کے ان انقلابی افکار اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدّس تعلیمات میں سر مُو فرق نہیں۔ نہ لفظوں کا اور نہ لہجے کا! ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے درمیان فکر کا یہ تسلسل دراصل دلیل ہے ایک ہی ذریعہ علم کی اور وہ ہے وحیِ الٰہی اور الٰہی مشن فی الحقیقت انسانیت کی دنیوی اصلاح اور اُخروی فلاح کا مشن ہے۔ جس کی تکمیل میں ہر نبی اور رسول نے حصہ لیا اور آخری نبی نے اس کی تکمیل فرمائی۔

مسیحی برادری کو چاہیے کہ علم وفضل اور معلومات وابلاغ کے اس دور میں وہ اپنے درمیان کے فقیہ اور فریسی پہچانیں جو انہیں اسی دجل وتلبیس سے گمراہ کیے ہوئے ہیں جس طرح زمانہ قدیم میں احبار و رہبان نے عوام کو کر رکھا تھا اور لاکھوں لوگ سرچشمۂ ہدایت اور رسولوں کی قیادت سے محروم ہو گئے۔

مسئلہ اس وقت گروہی نوعیّت کے مفادات اور تشخصات کے حصول اور استحکام کا نہیں بلکہ مذہب (دین) کو ایک انقلابی قوّت کے طور پر استعمال کر کے صالح انقلاب برپا کرنے کا ہے۔ کیا ہم چاہیں گے کہ ہم ایک ہوس پرست مُجرم، سنگدل، خائن اور بے رحم نسل کے پیش رو کہلائیں؟ ہرگز نہیں۔

چند مچھلیوں نے پورا جل گندا کر رکھا ہے۔ ورنہ انسان کے ہاتھوں میں آج بھی نبوت کی شمع ہے جس کی روشنی میں وہ اپنی فلاح کا راستہ ڈھونڈھ سکتا ہے اور خدا کسی راہ ڈھونڈنے والے کو منزل سے محروم نہیں کرتا۔

© rasailojaraid.com